حضرت امام آقا سلطان محمد شاہ صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"تمہارے دین کے اصول (بنیاد) کے متعلق فرماتے ہیں۔ تمہارے "اصولِ دین" کیا ہیں۔ تمام انسانوں کا خیال اصول اور مغز پر ہوتا ہے۔ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہیں اپنے دین کی کوئی خبر نہیں ہے۔

جب تم فارغ بیٹھے ہو اس وقت تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ خالق کون ہے؟ مخلوق

کون ہے ؟ تم نے کبھی بھی ایسا خیال کیا ہے ؟
کوئی تم سے پوچھے کہ تم کون ہو ؟ اس وقت
تم کہو گے کہ اپنے باپ کا بیٹا بلکہ اپنی چند
پشتوں تک جواب دے سکو گے ۔ کوئی تھوڑا
زیادہ عقلمند ہوگا وہ آدم تک پہنچے گا ، پھر
ختم ۔ تم خیال کرو کہ آدم کہاں سے آیا ؟ آدم
کو کس نے بھیجا ؟ جو انسان صوفی ہوگا وہ
اس خیال کو پکڑ لے گا ۔

تم نے دیکھا ہے کہ بارش آسمان سے زمین
پہ گرتی ہے ۔ زمین پہ گر کر سوکھ جاتی ہے ۔

جو قطرہ قطرہ ہو کر دریا میں ملتی ہے اور دریا
سمندر میں ملتا ہے۔ تمام پانی بالآخر سمندر
میں جاتا ہے۔ اسی طرح تمہاری روح اصل
ہے اس کا مکان بہت بڑا ہے جو عقل سے
نہیں سمجھنا اور اوپر جانے کی امید نہیں رکھتا
وہ زمین پر گر کر سوکھے ہوئے پانی کی طرح
ہے۔ جو اوپر جانے کی امید رکھتے ہیں وہ اوپر
پہنچنے کے لئے زیادہ بندگی کرتے ہیں اور محبت
بھی زیادہ کرتے ہیں۔

قید خانہ میں عبادت کریں اور سمجھیں کہ

مرجائیں گے اس وقت قید خانہ سے آزاد
ہو کر بہشت میں جائیں گے لیکن بہشت بھی
قید خانہ ہی ہے۔ تم میں سے جو زیادہ عقلمند
تھے وہ ہماری راہ پر چلے ہیں۔ مثلاً منصور
(حلاج) چلا اس کے لئے بہشت موجود
تھی۔ لیکن وہ کہتا تھا کہ صرف بہشت میں جا کر
کیا کروں گا جب تک مغز کو نہیں چکھوں گا
اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا آگے
بڑھوں گا۔

جب تک اصل کا علم نہ ہو تو کیا فائدہ؟

(حضرت مولا) مرتضیٰ علیؑ نے فرمایا ہے کہ جس
نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے گویا خدا کو پہچانا
جہاں دیکھتے ہیں وہاں روح۔ دوست،
کو دیکھتے ہیں۔ جب تم انسان
کو دیکھتے ہو تو انسان کی شکل دکھائی دیتی ہے
ہاتھ، پیر، منہ، آنکھیں سب دکھائی دیتے
ہیں لیکن روح دکھائی نہیں دیتی۔ تم روح
کو دیکھنے کی کوشش کرو۔ کیا تمہیں اس
وقت روح کا خیال ہے یا بندگی کر کے سکھ
حاصل کرنے کا خیال ہے؟

انسان کا درجہ بلند ہے لیکن وہ اپنے
آپ کو اپنے ہاتھوں نیچے گرا دیتا ہے تم میں
سے کوئی کوشش کرے کہ ہم پیر صدر دینؒ یا
پیر شمسؒ یا منصور جیسے بنیں تو تم ایسے بن
سکتے ہو۔ تم اس سے بھی اوپر جا سکتے ہو۔
ہم نہیں کہتے کہ تم کیسے ہو گے لیکن ہمیں
سب معلوم ہے ۔ اگر تم اپنے دین کی راہ پہ
مستقیم ہو کر چلو گے تو تم بلندی پہ پہنچ سکو گے
اس کا ہمیں علم ہے ۔ تمہارا دل اور مقصد
صوفی میں ہو تو تم پہنچ سکتے ہو۔ اس کام

میں بعض چیزوں کی ضرورت ہے۔ اس میں
بلند ہمّت چاہیئے وہ ہمّت تم میں نہیں ہے۔
کئی ہزار سال گزر گئے اس دعرصے میں
کتنے افراد مقصد کو پہنچے ؟ منصور، پیرشمس
اور دنیا کے دیگر چند افراد پہنچے۔ ان سب کا
کام اور راستہ ایک ہی جیسا تھا۔ جو وہاں
پہنچے وہ اپنی روح کے عاشق تھے، روح کے
دوست تھے وہ اس مقام پر پہنچے۔
مولانا رومی کہہ گیا ہے کہ میں پتھر تھا،
اس میں سے درخت میں پیدا ہوا، اس میں

سے تبدیل ہو کر چھونٹی میں پیدا ہوا، اس کے
بعد حیوان میں پہنچا۔ حیوان میں سے بندر
میں پہنچا، اس میں سے انسان
بنا ہوں، انسان میں سے کیا بنوں گا؟ فرشتہ
بنوں گا۔ وہاں سے کہاں جاؤں گا؟ اس سے
اوپر جاؤں گا۔

تم خیال کرو کہ فنا ہو جائیں۔ جو چاہے
اور کوشش کرے وہ وہاں پہنچ سکے گا۔ لیکن
تمہارے گناہ تمہیں وہاں پہنچنے نہیں دیتے۔
ان گناہوں نے تمہیں قید خانہ میں بند کیا ہے،

دُنیا کے گناہوں نے تمہیں قید خانہ میں ڈالا ہے۔ نیز جھوٹ بولنے کی عادت نے تمہیں قید خانہ میں ڈالا ہے اور تمہاری خواہش مثلاً بہشت، حوریں، اچھے میوے، ان خواہشوں نے تمہیں قید کیا ہے۔ لیکن روح کبھی بھی قید خانہ میں خوش نہیں۔ دیکھو خیال کرو، کسی بلبل یا دوسرے پرندے کو پکڑ کر پنجرے میں ڈال دیا جائے، اسے پانی اور اچھی اچھی چیزیں جو حیوان کھاتے ہیں وہ دی جائیں تب بھی پرندہ پنجرے میں خوش نہیں ہوتا۔ وہ اڑ کر فضا

میں جانے سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ پنجرے
سے اڑ جانے کی اس کی آرزو ہوتی ہے۔
پرندے کے پر کاٹ کر اسے پنجرے
میں رکھا جائے اور پھر آہستہ آہستہ اُسے
پنجرے کی عادت ڈالی جائے (تو) پہلے
تو اس کی خواہش ہو گی کہ پنجرے سے باہر
نکل جاؤں لیکن اس کے پر کاٹنے کے بعد
دو تین سال اسے پنجرے کی عادت ڈالی جائے
تو پھر اس کا پنجرے سے باہر نکلنے کو دل نہیں
چاہے گا۔ تم بھی پرندے کی طرح ہو۔

جب تم پہلے پنجرے میں آئے اس وقت
تمہارا خیال تھا کہ بھاگ جائیں لیکن پھر پنجرے
کی عادت ہو گئی۔ اس کے اندر کی غذا سے تم
خوش ہوئے فضا میں پرواز کرنے سے تم
خوش نہیں۔ اولاد، خاندان، اس کا خاندان،
اس کی اولاد، اس میں تم اس طرح پھنسے ہو
ایسے لالچی بنے ہو کہ پر کٹے ہوئے پرندے کی طرح
بن گئے ہو اب تم کہاں جاؤ گے ؟
کوئی بلبل انتہائی تیز پرواز کرنے والا ہو
اسے سونے کے پنجرے میں ڈال کر اچھے اچھے

میوے (پھل)، پانی وغیرہ دیا جائے تب بھی اس کی خواہش ہوگی کہ وہ اڑ جائے لیکن آہستہ آہستہ اس کے پر کاٹ دیئے جائیں اس کے بچے جمع ہوتے جائیں اور پچاس سال کے بعد انہیں باہر نکالا جائے تو وہ اڑ نہیں سکیں گے۔ کیونکہ ان کی پیدائش قید خانہ میں ہوئی ہے، فضا میں گھومنے یا پرواز کرنے کی خوبیوں سے وہ ناواقف ہیں۔ تم بھی ناواقف ہو۔ اپنے دین کی اصل خوبی تم نہیں جانتے، اس کے معنی نہیں سمجھتے۔

دین کیا چاہتا ہے اس کا تمہیں علم نہیں۔
تم میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جنہوں نے
اپنا نام اسماعیلی مذہب میں رکھا ہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ ہم اسماعیلی ہیں لیکن اسماعیلی مذہب
کیا ہے اور اس کی خوبی کیا ہے اس کے متعلق
انہیں کچھ معلوم نہیں وہ نادان ہیں۔
تم آہستہ آہستہ صوفی ازم میں دل لگاؤ
اس سے بھی اوپر جانے کا خیال رکھو۔ صوفی
مذہب طریقت ہے۔ پھر حقیقت میں پہنچو گے
تم آہستہ آہستہ اڑنے لگو گے۔ علم والی روح

درجہ بدرجہ اوپر چڑھے گی ۔ وہ ایک درجہ
مکمل کر کے دوسرے درجہ میں جا سکے گی ۔ لیکن
جس میں علم نہیں وہ کہتا ہے کہ میں تو کہیں بھی
نہیں جاتا یہیں بیٹھا ہوں ۔ ایسے انسان کے
دل میں ہمارے فرامین گھر نہیں کرتے وہ سمجھ
نہیں سکتا اس کے دل میں فرامین کیسے گھر
کریں ۔ اور وہ کس طرح اعتبار کرے ۔ ہمارے
فرامین جو سمجھ سکیں گے انہیں میٹھے لگیں گے
ہمارے فرامین کے مطابق نہیں چلوگے تو
پریشان ہوگے ۔ وہاں لوہے اور آتش کے

گرز تمہارے سر پر مارے جائیں گے اس وقت تم وہاں پکارو گے اور کہو گے کہ "توبہ توبہ" رات دن گرز سر پہ لگیں گے ، بے خبری کا گرز بہت ہی زیادہ اذیت ناک ہوتا ہے۔ جو آتش کے گرز کے خوف سے عبادت بندگی کرے وہ مومن نہیں ہے لیکن حقیقی ڈر یہ ہے کہ خدا کے دیدار سے دور نہ ہو جائیں اس سے ڈرنا چاہیئے۔ جس طرح حضرت مولا مرتضیٰ علیؑ نے ایک مرتبہ نماز کے وقت فرمایا کہ۔ "خدایا مجھے بہشت کی طمع نہیں اور نہ

ہی مجھے دوزخ کا خوف ہے۔ جو تکلیف دینی ہو وہ مجھے دو، مجھ سے نیکی کرو میں تیرا عاشق ہوں۔" حقیقت یہ ہے۔

(حضرت مولا) مرتضیٰ علیؑ معجزہ کرتے تھے۔ لیکن معجزہ انسان بھی سیکھ سکتا ہے اور جادوگر بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ مرتضیٰ علیؑ کا معجزہ یہ تھا کہ اپنی ذات اصل، جگہ پہ پہنچائے حقیقت کے اصل مقام پر پہنچو۔

تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو کہ فلاں چیز ہم نہیں سمجھ سکے تم بے خبر ہو۔ جو بے خبر ہیں

وہ کیسے کیسے خیالات رکھتے ہیں کہ جو بیمار ہو
اس کو اس کی بیماری سے مولا شفا دیتا ہے۔
یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ
تمہیں سیدھا اور سچا راستہ دکھائیں تاکہ
تم پار اتر سکو اور اس جگہ پر پہنچو۔ تم فنافی
اللہ ہو جاؤ۔ فنا یعنی کچھ بھی نہیں۔ فی یعنی
اندر، اللہ یعنی خدا، فنا فی اللہ یعنی خدا
کی ذات میں نیست و نابود ہو جانا۔ تم
ایسا خیال کرو کہ خدا کون ہے؟ اور میں
خدا میں کیوں نہ سماؤں؟ ایسی امید رکھو۔

تم ایسا خیال نہ کرو کہ ہم نے فرمان خواہ مخواہ فرمایا ہے۔ ہمارے فرامین پڑھو، سنو اور غور کرو۔ جس طرح کہ حضرت عیسیٰ ؑ خدا میں فنا ہوئے تھے، حضرت عیسیٰ ؑ کون تھے؟ حضرت عیسیٰ ؑ حقیقتی تھے۔ وہ خدا میں فنا ہوئے۔

حضرت رسول کریم ؐ کی معراج کے متعلق تم نے سنا ہے اس کے متعلق تم نے کیا خیال کیا ؟ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت رسول ؐ گھوڑے پر سوار ہو کر معراج پر گئے۔ یہ سب لوگوں کی باتیں ہیں۔ خدا صرف آسمان میں ہی ہے۔

ایسا نہیں ہے خدا سب جگہ پر ہے لیکن وہ
اصل مقام پہ پہنچ کر واپس آئے وہ رات
معراج کی تھی - یہ معراج ہے - تم اس کے
معنی نہیں سمجھتے پیغمبرؐ نے جو مثالیں (بیان)
فرمائی ہیں جو عقلمند اور دانا ہیں وہ اس
کے معانی سمجھ سکتے ہیں - لیکن جو بے عقل
ہوگا وہ کہے گا کہ قصے کہانیاں سچی ہیں - عقلمند
انسان کہے گا کہ انسان ایک عظیم چیز ہے جو
خیر اور شر کو اچھی طرح پہچانے وہ انسان
ہے - عقلمند جواب دے گا کہ یہ ایک مثال

ہے اس کا موازنہ نہ کرکے سمجھو یہ تمہارے ہاتھ میں ہے ۔ ایسا خیال مت کرنا کہ کام بہت مشکل ہے ۔۔

ایسا نہیں ہے کہ صرف حضرت مولا مرتضیٰ علیؑ کی اولاد وہاں پہنچ سکتی ہے (بلکہ) جو پرندے کی طرح پرواز کرے ، تہیہ کرے وہ وہاں پہنچ سکتا ہے ۔ ابتداء میں زیادہ پرواز نہ کر سکے تو کم پرواز کرے ۔ اس طرح آہستہ آہستہ باز کی طرح بن جائے گا اور اچھی طرح پرواز کرے گا ۔ ان تمام باتوں کا خیال کرو ۔

اس میں پرندے سے کوئی مقصد نہیں اگر پرندے
سے مقصد ہوتا تو ہم تمہیں نہ کہتے ۔

دین یہ ہے کہ بُرا خیال نہ کرنا۔ خدا نے
تمہیں پیدا کیا ہے۔ تم خدا کو سجدہ کرو اس
میں خدا کو کیا فائدہ ؟ خدا صرف ایک میں
نہیں ہے۔ خدا تمام جگہوں میں ہے اسے خوش
کرنا بہتر ہے۔ جس وقت تمہارا دل خوش رہے
اس وقت خدا بھی خوش رہتا ہے۔

جب تک تم دنیا میں قید میں ہو اس وقت
تک خوشی نہ ہونا

ایسا نہیں ہے۔ (اس قسم کی) موت کے بعد آگے
بڑا قید خانہ ہے۔ ایک کے بعد دوسرا پھر
تیسرا وغیرہ۔ خودکشی کر کے چھٹنے میں کیا فائدہ؟
تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے آبا و اجداد
کیسے تھے۔ گذشتہ زمانے میں عمر خیام ایک سُنّی
شریعتی قاضی تھا اس نے آہستہ آہستہ خدا
کے علم کے متعلق خیال کیا پھر ناصر خسرو کے
ساتھ اس کی دوستی ہوئی، ناصر خسرو کے ساتھ
دوستی کے بعد عمر خیام آہستہ آہستہ محنت
کر کے اپنے مرتبے پر پہنچا۔ وہ ہمیشہ عبادت میں

وہ اپنی کتاب میں لکھ گیا ہے کہ میں ہمیشہ زندہ ہوں ۔

بندگی کے معنی کیا ہیں ؟ بند یعنی انسان کے پیر باندھ دینا ۔ عبد یعنی غلام ۔ عبداللہ یعنی خدا کا غلام ۔ تمہارا کوئی غلام ہو اور بہت سالوں تک وہ تمہاری برابر خدمت کرے تو کیا تم اسے آزاد نہیں کروگے ؟ تمہارا کوئی غلام ہو اور وہ اچھا انسان ہو اور ہمیشہ تمہاری خدمت کرتا ہو تو تم اس کے لئے کیا کروگے ؟ اسے پیسے دوگے تو وہ خوش نہیں ہوگا اُسے آزاد

کرو گے تب ہی وہ خوش ہو گا۔ تم خدا کے
بندے ہو۔ خدا ارحم الراحمین ہے تو کیا
وہ تمہیں کبھی بھی آزاد نہیں کرے گا؟ ہم
نہیں کہتے کہ تم اس دنیا کے بعد بھی اس آزادی
کو پہنچ سکو گے۔ یہ سب سیدھے راستے پر
چلنے اور بلند ہمت ہونے پر دارومدار رکھتا
ہے۔ یہ سب تمہارے ہاتھ میں ہے۔

تم خیال کرو کہ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارے
دین کا فرمان ہے کہ سوچ سمجھ کر چلو اور
خیال کر کے دیکھو۔ مثال کے طور پر تم جنگل

میں چلتے ہو وہاں تین چار جگہوں پر پانی
کے گڑھے ہیں جن میں پانی بھرا ہوا ہے۔
مغرب کے وقت جب سورج غروب ہوتا
ہے اس وقت سورج کی کرنوں کا عکس
پانی پر پڑتا ہے۔ اگر اس جنگل میں چلنے
والا انسان بے عقل ہو گا تو کہے گا کہ یہ
نورانی رنگ پانی کا ہے۔ لیکن اگر وہ
انسان عقلمند ہو گا تو کہے گا کہ یہ رنگ پانی
کا نہیں یہ سورج کا نور ہے۔ میں نے اس
پانی کو پہلے دیکھا ہے پہلے کے اور اب کے

پانی کا رنگ یکساں نہیں۔ یہ تو سورج کی روشنی پانی پر پڑتی ہے جب سورج غروب ہو جائے گا اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ یہ سورج کی روشنی تھی۔ جب درخت یا پہاڑ پر بجلی گرتی ہے اس وقت تم کہو گے کہ یہ بجلی پہاڑ ہے۔ یہ بے علمی اور نادانی کی باتیں ہیں۔۔

تم خود خدا کے مرتبے کو سمجھو اور حقیقت کی راہ سے واقف بنو تب تم آزاد ہو گے۔ خدا کے مرتبے کو سمجھنے سے پہلے اپنا مرتبہ

سمجھو اس کے بعد خدا کے مرتبے کا تمہیں
علم ہو گا۔ انسان رات دن دولت کمائے،
نیک کام کرے اور پھر مر جائے اس میں
کیا فائدہ؟ اسی طرح ہمیشہ بندگی کرنے کے
بعد آزادی کو نہ پہنچے تو کیا فائدہ؟ عقلمند
داس سے، کم سے خوش نہ ہو گا۔
تمہارے پاس غلام ہو اسے بڑھی ٹوپی
پہناؤ اور زرد لباس بنا کر دو لیکن اگر وہ غلام
عقلمند ہو گا تو اسے خوشی نہیں ہو گی اور وہ
کہے گا کہ میں خوش نہیں ہوں۔ اسے کیا ہونا

چاہیئے ؟ اسے لازم ہے کہ آزاد ہو اور مالک بنے تب ہی عقلمند خوش ہو گا۔ اگر وہ غلام بے عقل ہو گا تو کہے گا کہ میں غلام ہوں، اچھا کھانا اچھا پہننا اور استعمال کرنے کا سکھ ہے۔ اگر میرا مالک مجھے آزاد کر دے گا تو مجھے محنت کرنی پڑے گی اور میں بھوک سے مر جاؤں گا۔ میرے لئے غلامی بہتر ہے۔ تمام انسانوں کے لئے اسی طرح ہے۔

ہمارے فرامین تمہارے دل میں گھر کرتے ہیں یا نہیں ؟ ہم مشکل سمجھتے ہیں وجہ یہ

صاف ہو گا اس کے بدن پر اگر راہ چلتے ہوئے گاڑی کا تھوڑا سا کیچڑ لگ جائے تو اُسے گھن محسوس ہو گی کیونکہ اس کا لباس ہمیشہ صاف رہتا ہے۔ وہ کہے گا کہ جلد گھر جاؤں اور اس لباس کو تبدیل کروں تاکہ میرے دوست میرا مذاق نہ اڑائیں۔ وہ گھر جا کر دوسرا لباس پہن لے گا۔

اس کے معنی سمجھتے ہو؟ کیچڑ سے مراد گناہ ہے وہ کیچڑ یہ ہیں۔

۱۔ پرایا مال کھا جانا

ہے کہ ہم دوسرے معنی میں فرماتے ہیں اور تم دوسرے معنی میں سمجھتے ہو۔ تم اسماعیلی مذہب کے معنی نہیں سمجھتے۔ تم یقین کے ساتھ سمجھو کہ تمہارا درجہ کیا ہے؟

جس انسان کا لباس خراب اور گندہ ہو اس کے لباس پہ راستے میں کوئی مٹی یا کیچڑ لگے تو اسے افسوس نہیں ہوگا۔ اس کے کپڑے پہلے ہی سے میلے تھے اس پہ کچھ مزید داغ لگنے سے اُسے اس کا افسوس نہیں ہوگا لیکن جس انسان کا لباس دھوبی کا دھویا ہوا

۲ پرائی عورت پر بد نظر کرنا
۳ مردوں کا خیال دوسری عورتوں پر
ہونا ۔
۴ فلاں کے سو روپے میرے پاس ہیں
وہ کھا جاؤں ۔

یہ تمام گناہ کیچڑ ہیں ۔ مومن انسان اچھا لباس پہنتا ہے ۔ وہ تھوڑا گناہ کرے پھر بھی وہ گناہ اسے بڑا نظر آتا ہے ۔ وہ جلد اپنا لباس تبدیل کر لے گا ۔ دوست اپنے معشوق سے ملنے کی امید رکھتا ہو اور اس

کالباس خراب ہو تو معشوق اسے قبول نہیں
کرے گا۔ کہے گا جاؤ جاؤ۔
وہ معشوق کون ہے؟ وہ معشوق
خداوند تعالیٰ ہے۔ خراب لباس گناہ ہے۔
رات دن کیچڑ میں لیٹے وہ غلام ہے۔ وہ
کبھی آزادی کی خواہش نہیں رکھتا۔ ان
تمام فرامین کو تم سمجھو۔ حقیقت اور شریعت
کیا ہے؟ یہ دوسری صحبت (بات) ہے۔
"یہ" اور "وہ" کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ "یہ"
کتاب، روزہ، نماز اور بندگی کو چاہتی

ہے۔ وہ آنہ ادی کی امید رکھتی ہے۔ یہ دو
چیزیں ہیں۔ دونوں کے خیالات مختلف ہیں۔
ہمارے لئے بہت محنت ہے۔ "یہ" بے علم
کس طرح خوش ہو؟ "یہ" حقیقت کو
نہیں پکڑتا۔ اسے حقیقت نہیں چاہیئے
جو بے علم ہیں وہ حقیقت کو چھوڑ دیتے ہیں
لیکن جو حقیقی ہیں وہ دوسرے راستے پہ چلتے
ہیں۔ جس طرح پہلے پیر صدر دین، ناصر خسرو،
پیر شمس، مولانا رومی اس طرح کے لوگ
حقیقت کی راہ پہ چلتے ہیں۔ یہ راستہ نادان

کے لئے بہت دشوار ہے ۔

بے عقل انسان کے لئے حقیقی دین بہت مشکل ہے ، بے عقل کے لئے ہمارا مذہب بہت مشکل ہے ۔ بے عقل پھر جائے اس سے ہمیں حیرت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ دین بہت سخت ہے ۔

جو شخص ضعیف العقل ہے وہ خراب ہے ۔ وہ حرام کے پیچھے دوڑتا ہے لیکن جو دانا اور عقلمند ہوگا وہ کہے گا کہ یہ راستہ اچھا ہے وہ اس کا خیال کرکے چلے گا ۔

عقلمند کہے گا کہ میری آرزو آزادی کی ہے
میں آزادی کے پیچھے دوڑتا ہوں۔ میں دوڑوں
گا، میں تلاش کروں گا۔

تم جب سجدہ کرو اس وقت مانگو کہ
خدایا! ہمیں اصل مقام پہ پہنچاؤ۔ جس طرح
بچہ (جب) اپنی ماں سے بچھڑ جاتا ہے
یا گم ہو جاتا ہے اس وقت وہ روتا ہے
کہ کب ماں کے پاس پہنچے۔ تم بھی ایسے ہو۔
ہم نے تمہیں بہت فرامین فرمائے لیکن
فائدہ اسی وقت ہو گا۔ جب تم ہمارے فرامین

کے مطابق چلو گے۔ اگر تم ہمارے فرامین
کے مطابق عمل کرو تو ہم ایسا سمجھیں گے کہ
گویا ہم نے صبح تک فرمان کئے۔ انشاء اللہ
تم میں سے بہت سے حقیقی ہیں انہیں ہمارے
فرامین بہت فائدہ پہنچائیں گے اور ان کے
دل میں یہ (فرامین) گھر کر جائیں گے لیکن
بعض کے دل ضعیف ہیں اور (جن میں) ہمت
نہیں ہے ان کے دلوں میں کم یا زیادہ شک
پیدا ہو گا۔ کیونکہ حقیقت پر ان کا اعتبار
کم ہے۔ ہم یہ سب سمجھتے ہیں۔ ہمیں سب

کے دلوں کی خبر ہے۔

انسان میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ یہ جوش
جھوٹا ہے۔ اس پر بھی فرمان اثر نہیں
کرتا۔ ان کا حال ایسا ہوگا کہ جس طرح پانی
کو آگ پر رکھنے سے وہ بخارات بنکر اڑ جاتا
ہے یا وہ آگ پر جوش سے ابلتا ہے اور آواز
کرتا ہے۔ دل کا جوش بھی پانی کی طرح ہے۔
ہم اپنے دل سے تمہارے لئے دعا فرماتے
ہیں کہ خدایا! ان کے دلوں میں ایسی طاقت
بخش کہ وہ آزاد ہوں، حقیقی ہوں اور

خرابی سے دُور رہیں ، وہ سیدھے راستے
پہ چلیں اور آسان راہ اختیار کریں۔ خدا
انہیں حقیقی آنکھیں بخشں۔ یہ دعا تمام
دعاؤں سے بڑھ کر ہے۔

انشاءاللہ ہمارے فرامین ہمیشہ دل
میں رکھنا ، بھولنا نہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ
جب تک ہم یہاں ظاہری طور پہ حاضر ہوں
اس وقت تک ہمارے فرامین پڑھو اور
اس کے بعد نہ پڑھو، ایسا نہیں ہونا چاہئے
جس طرح گناح پڑھتے ہو اسی طرح ہمارے

فرامین پڑھنا۔ جس طرح گنان کی تشریح
کرتے ہو اسی طرح ہمارے فرامین کی بھی تشریح
کرنا۔ ہمارے فرامین ہی گنان ہیں۔
ہمارے تشریف لے جانے کے بعد ایسا مت
سمجھنا کہ صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ جس طرح
تم امام کو حاضر سمجھتے ہو اسی طرح حاضر سمجھنا۔
حاضر امام ظاہر میں ہمیشہ حاضر نہیں بیٹھے رہتے
بلکہ انہیں حاضر سمجھنا چاہیئے۔ ہم بھی ہمیشہ
تمہارے پاس بیٹھے ہیں"۔

(دارالسلام ۲۹/۹/۱۸۹۹ء)